طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم

از

حضرت علامہ مولانا جان محمد مصطفائی



اہل السنہ پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم

از

حضرت علامہ مولانا جان محمد مصطفائی

دامت برکاتہم

ناشر

مکتبہ اھل السنۃ پبلی کیشنز گلی شاندار بیکرز منگلا روڈ دینہ

0321-7641096,0333-5833360

نام کتاب--------مسئلہ طلاق ثلاثہ

مصنف--------- علامہ مولانا جان محمد مصطفائی

تزئین واہتمام------محمد ناصر

نظرثانی--------محمد سہیل احمد سیالوی سَلَّمَہُ اللّٰہ تعالیٰ

تعداد---------گیارہ سو

اشاعت باراول------اکتوبر 2008

ناشر-----------اھل السنۃ پبلی کیشنز دینہ

قیمت--------[redacted]روپے

ملنے کے پتے

اھل السنہ پبلی کیشنز گلی شاندار بیکرز منگلا روڈ دینہ جہلم

فون نمبر: 0321-7641096 ، 0333-5833360

جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام کالج روڈ سرگودھا 0483-724695

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرک اے فیصل آباد 041-2626046

مکتبۃ الجاہد بھیرہ شریف سرگودھا 0486-691763

احمد بک کارپوریشن راولپنڈی 051-5558320

مکتبہ قادریہ داتا دربار مارکیٹ لاہور

فہرست

الاهداء

اس حقیر کوشش کو

امیر المومنین ،خلیفة الرسول

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کی بارگاہِ اقدس میں بطور نذر پیش کیا جاتا ہے

جن کے بارے میں سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

☆ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے

☆ بے شک عمر کی زبان پر حق بولتا ہے

☆ میری امت میں اگر کسی کو الہام ہوتا ہے تو وہ عمر ہیں

☆ عمر حق کے معاملے میں کسی کی ملامت سے ڈرنے والے نہیں

رب ذوالجلال آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے اور اس امت کو افتراق وانتشار کی بادسموم سے بچا کر اتحاد واخلاص کی شاہ راہ پر گام زن فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ گمراہ فرقے اور باطل پرست عناصر،عوام الناس کو اپنے جال میں پھانسنے کے لیے آئے دن نئی سے نئی دل فریب چالیں سوچتے اور چلتے رہتے ہیں،اور عمومی طور پر احکامِ شرعیہ سے بے خبری اور لاپرواہی کی بناء پر بھولے بھالے کم علم لوگ ان کا شکار ہو جاتے ہیں۔

طلاقِ ثلاثہ (تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں یا تین؟) کا مسئلہ بھی انہی مسائل میں سے ہے۔قرآن وحدیث کے مضبوط دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک ہی دفعہ دی گئی تین طلاقیں تین ہوتی ہیں ایک نہیں ہوتی ،لیکن اپنے آپ کو ''اہلِ حدیث'' کہلوانے والا ایک گروہ نہ جانے اس مسئلے میں کیوں تمام تر احادیث کو پس پشت ڈالتے ہوئے ایک مخصوص متنازعہ شخصیت کی ''تقلید'' کرتا دکھائی دیتا ہے۔

عام طور پر مشاہدہ میں آیا ہے کہ پریشان حال لوگ تین طلاقیں دینے کے بعد اس کے ازالہ کی کوئی صورت تلاش کر رہے ہوتے ہیں،اور انہیں اس سے کم ہی غرض ہوتی ہے کہ اس کا ازالہ جائز طریقے سے ہو یا ناجائز طریقے سے،ایسے موقع پر یہ ہوس پرست ٹولہ علماء کے بھیس میں ان کو حرام کاری کا موقع فراہم کر کے ان کی اور اپنی عاقبت برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے، اگر لوگوں کو سمجھایا جائے تو اسے علماء کا باہمی تنازع سمجھ کر اس طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی ،حالانکہ یہ حلال وحرام کا مسئلہ ہے اور وقتی پریشانی سے بچنے کے لیے جو راستہ یہ لوگ دکھاتے ہیں وہ دائمی پریشانی یعنی عذابِ الٰہی کا راستہ ہے۔

ضرورت تھی کہ اس مسئلے کو سادہ زبان میں اختصار کے ساتھ عوام الناس کے سامنے پیش کیا جائے تا کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق صحیح اسلامی سوچ سے آگاہی حاصل کریں اور خدانخواستہ

کہیں گمراہی اور ضلالت کا شکار نہ ہو جائیں، پیشِ نظر رسالہ اس ضرورت کو بڑے خوب صورت انداز میں پورا کر رہا ہے، فاضل مؤلف نے قرآن وحدیث سے اپنے موقف پر ٹھوس دلائل دینے کے ساتھ ساتھ غیر مقلدین کے دلائل کے مسکت جوابات بھی دیے ہیں اور اس مسئلہ کے بہت سے پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

اللہ تعالیٰ اسے اہلِ اسلام کے لیے نفع وہدایت کا باعث بنائے اور فاضل مؤلف کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز.

محمد سُہیل احمد سیالوی

جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ

26نومبر 2008/ ٢٥ ذیقعد ١٤٢٩ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم

اللہ تعالیٰ نے نسلِ آدم کی بقا کے لیے مرد وعورت کے ملاپ کو وسیلہ بنایا اور اس ملاپ کی مشروعیت نکاح کے ساتھ ہے۔ لہذا نکاح انسانیت کی بقا کا ذریعہ ٹھہرا۔ شریعت مطہرہ میں نکاح کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

﴿یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احصن للفرج و من لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: اے نوجوانوں کے گروہ! تم میں سے جو نکاح کی مشقت اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ نکاح کرے کیونکہ یہ نگاہوں کی بہت زیادہ حفاظت کرنے والا اور عصمت کی پاسداری کرنے والا ہے اور جو اس کی استطاعت نہ رکھے اس پر روزہ رکھنا لازم ہے کیونکہ روزہ شہوت کو توڑتا ہے۔ (بخاری مسلم)

معلوم ہوا کہ نکاح پاکدامنی کا ذریعہ ہے۔ جس معاشرہ میں پاکدامنی نہ ہو اس کا امن و سکون لٹ جاتا ہے اور وہ تباہی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے۔ ایک اور مقام پر حدیث مبارکہ میں فرمایا گیا:

﴿ذا تزوج العبد فقدا ستکمل نصف الدین فلیتق اللہ فی النصف الباقی﴾ (مشکوۃ بحوالہ بیہقی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب بندہ نکاح کرتا ہے تو وہ آدھا دین مکمل کر لیتا ہے پس اس کو باقی نصف میں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔

ازدواجی زندگی میں بسا اوقات ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ خاوند بیوی کا اکٹھا رہنا مشکل ہو جاتا ہے اور انہیں زندگی کی راہیں ایک دوسرے سے جدا کرنا پڑتی ہیں۔ نکاح

والے تعلق کو ختم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے۔ یاد رہے کہ جتنے بھی جائز امور ہیں ان میں سے طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

﴿ کما قال رسول اللہ ﷺ ابغض الحلال الی اللہ الطلاق ﴾

(ابوداؤد)

''حلال کاموں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ کام طلاق ہے''

لہٰذا حتی الوسع طلاق سے اجتناب کرنا چاہیے اور طلاق کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو طلاق شرعی طریقہ سے دینی چاہیے تاکہ بعد میں پشیمانی نہ ہو۔ ہمارے ہاں چونکہ شرعی مسائل سے عام طور پر لوگ واقف نہیں ہوتے اس لیے شریعت کے بیان کردہ طریقہ سے ہٹ کر تین طلاقیں بیک وقت دے دیتے ہیں۔ پھر صلح کی صورت نہیں ملتی تو اسی عورت کے حصول کی کوشش میں حرام کاری کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ بعض اوقات ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

لہٰذا تمام مسلمان بھائیوں سے درخواست ہے کہ وہ طلاق دینے کا شرعی طریقہ ذہن نشین فرمالیں تاکہ بے دینی کے سیلاب سے خود کو بچا سکیں۔

طلاق کی تین اقسام ہیں

[1]۔طلاق سنت (احسن)

وہ طہر (بیوی کی پاکیزگی کی حالت) جس میں ہم بستری نہ کی گئی ہو اس میں طلاق دے کر رجوع نہ کرے (عدم موافقت کی صورت میں) حتیٰ کی تین حیض گزر جائیں۔ یہ طلاق دینے کا سب سے عمدہ طریقہ ہے۔

[2]۔طلاق سنت (حسن)

وہ طہر (پاکیزگی کی حالت) جس میں ہم بستری نہ کی گئی ہو اس میں ایک طلاق دے پھر دوسرے طہر میں ایک طلاق پھر تیسرے طہر میں ایک طلاق۔

[3]۔طلاق بدعت

کوئی شخص اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دے یا طہر میں تین طلاقیں اکٹھی دے۔ یہ گناہ ہے مگر طلاق یا طلاقیں (جتنی دی ہیں) واقع ہو جائیں گی جیسا کہ عنقریب اس کا مفصل بیان آئے گا۔

جب بھی طلاق دینے کی نوبت آئے پہلی دو قسموں میں سے ایک قسم کی طلاق دے۔ گناہ بھی نہ ہوگا، بدمذہبوں کے پاس جانے کی نوبت بھی نہ آئے گی اور ایک یا دو طلاقیں دینے کے بعد صلح کی گنجائش بھی رہے گی۔ نیز تین طلاقیں دینے تک کافی سوچ بچار کا موقع مل جائے گا۔

طلاق بدعت (ناپسندیدہ طلاق) کی ایک صورت یعنی ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا، اس مسئلہ میں گمراہ لوگوں نے اہل حق کے ساتھ اختلاف کیا اور احادیث میں ایسی تاویلات فاسدہ کیں جو عقل ونقل کے خلاف ہیں۔ ان لوگوں نے نصوصِ صریحہ کو پس پشت ڈال دیا، دینی علوم سے ناواقف لوگوں کو گمراہ کرنے کی سعی نامشکور کی اور عوام کی نظروں سے حقائق کو چھپانے

کی سعی باطل کی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ابلیس اور اس کے چیلوں کے مکروفریب سے بچائے۔ مذکورہ بالا مسئلہ میں اہل سنت و جماعت سے اختلاف کرنے والے گروہ کو نجدی وہابی کہا جاتا ہے جو اپنی اصلیت چھپانے کے لئے اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہتے ہیں بلکہ آج کل انہوں نے خود کو اصلی اہل سنت کہنا شروع کر دیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل سنت کے نام میں اتنی تاثیر ہے کہ انہیں بھی اس نام کو اپنانا پڑا۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ نام بھی اپناؤ اور عقائد اہل سنت و مسائل اہل سنت بھی اپنالو۔ عذاب الیم سے بچ جاؤ گے۔

ذیل میں نجدیوں وہابیوں کے دلائل اور ان کا تحقیقی جائزہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور ساتھ اہل سنت و جماعت کے دلائلِ قاہرہ بھی پیش کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین کے لئے حق و باطل میں امتیاز آسان ہو جائے۔

طلاقِ ثلاثہ کے بارے میں
نجدیوں وہابیوں کے دلائل اور ان کا تحقیقی جائزہ

جو لوگ کہتے ہیں کہ تین طلاقیں تین نہیں ہوتیں ان کی پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذاتی فیصلہ تھا، جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت میں ہے:

[1] حدیث طاؤس ﴿عن ابن عباس قال كان الطلاق على عهد رسول الله ﷺ و ابى بكر و سنتين من خلافة عمر طلاق الثلث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فى امر كانت لهم فيه اناة فلو اقضيناه عليهم، فاقضاه عليهم﴾

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں نے ایسے کام میں جلدی کی جس میں ان کے لئے نرمی تھی۔ کاش ہم (تین کو تین کر کے) ان پر نافذ کرتے، پھر انہوں نے نافذ کر دیا۔

استدلال: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں اس فیصلہ کو برقرار رکھا پھر بطور سیاست تین طلاقوں کو تین نافذ کرنا شروع کر دیا اور ہم حضرت عمر کے سیاسی فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتے۔

تحقیقی جائزہ:

ہم اس دلیل کے جواب میں ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ:

جو ہستی اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام قرار دے کیا وہ خلیفہ راشد ہو سکتی ہے؟ بقول نجدیوں کے تین طلاقیں ایک مجلس میں ہوں تو وہ ایک طلاق شمار ہوگی اور عورت، خاوند پر حلال ہوگی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین کو تین قرار دے کر حلال کو حرام کر دیا کیونکہ تین طلاقیں واقع ہونے کی صورت میں عورت اس پر حرام ہو جائے گی۔ حالانکہ نجدی بھی انہیں خلیفہ راشد مانتے ہیں اور متعدد احادیث میں آپ کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے:

صحیح حدیث میں ہے

﴿علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین تمسکوا بها و عضوا علیها بالنواجذ﴾

(ابوداؤد، نسائی، مستدرک، حاکم)

ترجمہ: میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت تم پر لازم ہے اس کو مضبوطی سے تھامو۔

ایک اور حدیث میں ہے

﴿اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر﴾

''میرے بعد ابو بکر اور عمر کی پیروی کرنا''

(ترمذی، مستدرک، قال الحاکم والذہبی صحیح)

مزید ارشاد نبوی ملاحظہ فرمائیں:

ان الحق ینطق علی لسان عمر

''بے شک عمر کی زبان پر حق بولتا ہے''

(مسند امام احمد، ومثلہ فی الترمذی والمستدرک)

بارگاہ رسالت سے جن کی سنت کو لازم پکڑنے کا حکم ہوا، جن کی اقتدا کرنے کا ارشاد ہوا، جن کی زبان پر حق جاری ہو اور جن کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرمائیں۔

﴿لو کان بعدی نبی لکان عمر﴾ (ترمذی، مستدرک حاکم)

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتے''

جن کی مرضی کے مطابق قرآن کی متعدد آیات اتریں جیسے آیات ''حجاب، مقام ابراہیم کا جائے نماز بننا اور شراب کی حرمت (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو صحیح بخاری)

کیا ایسے عظیم المرتبت صحابی سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام ٹھہرائیں؟

(شیعہ بھی یہی الزام دیتے ہیں تو اس مسئلہ میں وہابی اور شیعہ حضرات بھائی بھائی ہو گئے)

البتہ بھول چوک علیحدہ معاملہ ہے۔ اس کی چند ایک مثالیں ہیں مگر ان میں باقی صحابہ کرام سے اختلاف بھی منقول ہے اور آپ کا رجوع بھی صحت سے ثابت ہے۔

مثلاً جب آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورتوں کا حق مہر کم مقرر کرو (اور آپ نے اس کی حد مقرر کرنا چاہی) تو ایک عورت نے توجہ دلائی کہ آپ کیسے حد مقرر کر سکتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وآتیتم احدھن قنطارا (یعنی تم نے عورتوں کو مال کثیر دیا ہو) تو آپ نے فرمایا عورت نے صحیح کہا اور مرد نے غلطی کی۔

اب سوال یہ ہے کہ آپ نے جب حق مہر کی حد مقرر کرنا چاہی تو ایک عورت نے آپ کو برسر منبر ٹوک دیا۔ اگر آپ نے بطور سیاست تین طلاقوں کو تین قرار دیا تھا تو اس وقت سے لے کر بعد تک کسی صحابی سے منقول نہیں کہ اس نے تین کو ایک قرار دیا ہو۔ کیا صحابہ کے اندر اس عورت جتنی جراءت بھی نہ تھی کہ وہ اللہ کے حلال کو حرام ہوتا دیکھ کر حضرت عمر کی توجہ اس جانب دلاتے۔

الزامی جواب:۔

جس طرح مسلم شریف میں مذکورہ بالا روایت موجود ہے جس سے تین طلاقوں کے ایک ہونے کا قول کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ سے کئی اسانید سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی پاک ﷺ کے دور، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں مٹھی بھر جو دے کر متعہ کیا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع کر دیا پھر ہم نے متعہ نہ کیا۔ (صحیح مسلم)

کیا اب نجدی وہابی غیر مقلد حضرات کہیں گے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیاسی فیصلہ کے طور پر متعہ سے منع کیا اور ہم متعہ کے جواز کے قائل ہیں۔ کیا یہ لوگ متعہ کے جواز کا فتوی دے کر حرام کاری کا دروازہ کھولیں گے؟ ہم جواب کے منتظر ہیں۔ اگر جواز متعہ کا فتوی نہیں دیتے اور اس حدیث میں باقی دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے تاویل کرتے ہیں تو اسی طرح دیگر نصوص و دلائل قاہرہ کے پیش نظر حدیث اول کا صحیح محمل بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ (جو کہ انشاء اللہ ہم بیان کریں گے)

حدیث اول کو بعض محدثین (ابن عبدالبر، ابوجعفر نحاس، امام بیہقی) نے شاذ قرار دیا ہے کیونکہ اس کے رواۃ میں ایک راوی طاؤس ہیں جو عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ مگر ان دونوں حضرات کا فتوی ثقہ راویوں سے یہ مروی ہے کہ بیک وقت دی جانے والی تین طلاقیں تین ہی ہیں۔ (سنن بیہقی جلد ۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت جس سے بظاہر متعہ کا جواز ثابت ہو رہا ہے اس کو کسی نے بھی شاذ قرار نہیں دیا۔ تو اگر حدیث اول سے (جو کہ شاذ ہے) تین طلاقوں کا ایک ہونا ثابت ہو تو پھر حدیث ثانی سے (جو کہ شذوذ سے بری ہے) متعہ کا جواز بطریق اولی ثابت

ہونا چاہیے حالانکہ فریق مخالف کے نزدیک بھی متعہ جائز نہیں ہے۔

(نوٹ):۔ متعہ کے بارے میں تحقیق کے لئے متعہ اور اسلام کا مطالعہ کیجئے تصنیف لطیف از مجدد عصر حاضر شیخ الحدیث والتفسیر علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ)

اس بدعت سیئہ کا موجد نجدیوں کا شیخ الاسلام ابن تیمیہ ہے چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی [الدرر الكامنه في اعيان المائة الثامنة] میں فرماتے ہیں:

''ابن تیمیہ نے سب سے پہلے تین طلاقوں کے ایک ہونے کا قول کیا''

''ابن تیمیہ نے تین طلاقوں کے ایک ہونے کا قول کیا تو اس کے گلے میں جوتوں کا ہار ڈالا گیا'' (صاوی)

غیر مقلد نجدی وہابی حضرات اس مسئلہ میں ابن تیمیہ کے پیرو ہیں۔ حالانکہ اس کی علمی شان میں کوئی حدیث وارد نہیں بلکہ اس کی علمی شان تفسیر صاوی کے حوالہ سے ظاہر ہے اور جب ابن تیمیہ نے اس کا اختراع کیا تو اس کے وقت کے علماء میں سے کسی نے اس کی موافقت نہ کی سوا اس کے شاگرد ابن قیم کے۔ جبکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی علمی شان میں حدیث ہے۔

﴿بينما انا نائم اتيت بقدح من لبن فشربته حتى لارى الرى يخرج من اظفارى ثم اعطيت فضلى عمر بن الخطاب قالوا فماذا اولت يارسول الله قال العلم﴾ (صحیح بخاری)

ترجمہ: میں سویا ہوا تھا میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے پیا حتی کہ میں نے اس کی سیری اپنے ناخنوں سے نکلتی محسوس کی۔ پھر میں نے بچا ہوا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیا۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے فرمایا ''علم''۔

کسی حدیث میں نہیں آیا کہ ابن تیمیہ کو اللہ تعالی کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحیح حدیث وارد ہے سید الانبیاء ﷺ فرماتے ہیں:

﴿لقد كان فى ما قبلكم من الامم محدثون فان يک فى امتى احد فانه عمر﴾ (مسلم، بخاری)

ترجمہ : ''تحقیق تم سے پہلی امتوں میں صاحب الہام لوگ ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی صاحب الہام ہے تو وہ عمر ہیں''

خبردار! کوئی نجدی یہ نہ کہے کہ ہم اس مسئلہ میں ابن تیمیہ کے پیرو نہیں ہیں بلکہ ہم تو عامل بالحدیث ہیں۔ اس لئے کہ ہم گذشتہ سطور میں حدیث سے ان کے استدلال کا جواب پیش کر چکے ہیں اور انشاء اللہ مزید وضاحت کریں گے کہ اس حدیث کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ لہٰذا یہ حضرات واقعی ابن تیمیہ کے پیرو ہیں۔

تین طلاقوں کا تین ہونا اگرچہ ایک ہی مجلس میں ہوں یہ امت کا تقریباً اجماعی مسئلہ ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا﴾ (سورۃ النساء)

''اور جس نے رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ اس کے لئے ہدایت واضح ہوگئی اور مومنوں کے راستہ کو چھوڑ کر نیا راستہ اپنایا ہم اسے جس طرف پھرے گا اسی طرف پھیر دیں گے اور جہنم کا ایندھن بنائیں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے''

حدیث مبارکہ ہے ﴿اتبعوا السواد الاعظم من شذ شذ فى النار﴾

(ابن ماجہ)

''سواد اعظم (امت کے بڑے گروہ) کی پیروی کرو جو ان سے علیحدہ ہوا وہ علیحدہ کر کے جہنم میں پھینکا جائے گا''

نیز فرمایا گیا:

﴿ان الشيطان ذئب الانسان كذئب الغنم يا خذا لشاذ و القاصية و الناحية اياكم و الشعاب عليكم بالجماعة و العامة﴾

(مشکوۃ، مسند امام احمد)

''بے شک شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جس طرح بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے علیحدہ ہونے والی بھیڑ کو پکڑ لیتا ہے، پس تم تفرقہ سے بچو، تم پر جماعت اور جمہور کی پیروی لازم ہے''

تیسرے مقام پر فرمایا گیا:

﴿من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه﴾

(مشکوۃ، مسند احمد)

''جو جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہوا اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی اتار دی''

اور مقام پر فرمایا گیا:

﴿من فارق الجماعة شبرا فيموت ميتة الجاهلية﴾

(سنن نسائی)

''جو جماعت سے ایک بالشت جدا ہوا وہ جاہلیت کی موت مرے گا''

حدیثِ طاؤس کا صحیح مفہوم

نبی کریم ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں جو لوگ ایک مجلس میں تین طلاقیں دیتے وہ آخری دو بار لفظ طلاق سے تاکید کی نیت کرتے تھے۔ مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بقیہ دور خلافت میں لوگوں کا عرف بدل گیا۔ وہ انشاء کے طور پر تین طلاقیں دینے لگ گئے تو آپ نے حکم شرعی واضح کرتے ہوئے فرمایا اب ہم تین ہی نافذ کریں گے۔

ہمارا بھی یہی موقف ہے کہ جو شخص تاکید کی نیت سے دوسری اور تیسری بار طلاق کا لفظ بولے تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب فتح القدیر میں ہے کہ اگر مفتی یہ تحقیق کرلے کہ طلاق دینے والے نے واقعی تاکید کی نیت کی ہے تو وہ ایک کا فتویٰ دے گا۔ تاکید کی نیت نہ کرے تو تین ہی نافذ کریں گے۔ (عامہ کتب فقہ)

قارئین غور فرمائیں ہم حدیث طاؤس پر مکمل عمل پیرا ہیں (تین طلاقوں کا ایک ہونا بنیت تاکید اور تین طلاقوں کا تین ہونا بلانیت تاکید)

مذکورہ حدیث کا جو مفہوم ہم نے بیان کیا ہے وہی صحیح ہے۔ نجدی حضرات کے بیان کردہ معنی (کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف سیاستاً حکم جاری کیا) سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں سخت بے ادبی لازم آتی ہے اور باقی سارے صحابہ کی خاموشی ان کی شان میں بھی گستاخی کو مستلزم ہے۔

سرکار دوعالم ﷺ کی تربیت کا یہی اثر ہو کہ ایک صحابی حلال کو حرام ٹھہرا دے اور باقی تمام صحابہ خاموش رہیں اور صدیوں بعد آنے والے کلمہ گو جو رسول اللہ ﷺ سے تربیت یافتہ نہ ہونے کے ساتھ ساتھ منہ پھٹ، بے ادب اور گستاخ بھی ہوں انہیں حلال وحرام کی تمیز زیادہ ہو

جائے اور پوری امت کی مخالفت کرکے بھی شریعت کی پاسداری کا دعویٰ کریں؟

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے

﴿اشد امتی فی امر اللہ عمر﴾

”عمر اللہ کے معاملے میں میری امت میں سب سے زیادہ سخت ہیں۔

کیسے ہوسکتا ہے کہ ایسی شان کی حامل شخصیت اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام قرار دے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کو بعد میں اس فیصلہ پر ندامت ہوتی تھی کہ میں نے غلط فیصلہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں میزان الاعتدال کا حوالہ دیا جاتا ہے حالانکہ وہاں ساتھ ہی صاف لکھا ہے کہ اس کا ایک راوی متروک ہے۔ اگر ان کو ندامت ہوتی تھی تو پھر رجوع کیوں نہ کیا حالانکہ وہ کسی ملامت کرنے والے سے خوف زدہ نہ تھے۔ سرکار ﷺ سے پوچھا گیا۔

﴿من نؤمر بعدک قال ان تؤمروا ابا بکر تجدوہ زاھداً فی الدنیا راغبا فی الاخرۃ وان تؤمروا عمر تجدوہ قویا امینا لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم﴾ (مشکوۃ، مسند احمد)

ترجمہ: صحابہ نے عرض کی ہم آپ کے بعد کسے امیر بنائیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ تو انہیں دنیا سے بے رغبت پاؤ گے اور آخرت میں رغبت کرنے والا پاؤ گے اور اگر تم عمر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ تو انہیں قوی اور امین پاؤ گے، جو اللہ کے بارے میں ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کریں گے۔

یہاں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ ندامت، توبہ یعنی رجوع ہے۔ جواباً عرض ہے کہ اعلانیہ غلطی کی اعلانیہ توبہ ہوتی ہے صرف ندامت کافی نہیں ہوتی ہے۔ ﴿کما فی الحدیث انہ قال ﷺ اذا احدثت سیئۃ اعلانیۃ احدث عنھا توبۃ اعلانیۃ﴾ یعنی جب تو اعلانیہ گناہ کرے تو اس کی توبہ بھی اعلانیہ کر۔ (طبرانی مجمع الزوائد باسناد حسن)

غیر مقلدین کی دوسری دلیل

حدیث رکانہ

اس سلسلے میں نجدی حضرات کی دوسری دلیل حدیثِ رکانہ ہے، اس حدیث سے استدلال کرتے ہوے وہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو آپ ﷺ نے انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ حدیث میں تین طلاقوں کو ایک شمار کیا گیا اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ تین طلاقیں ایک ہیں۔

نجدیوں کے استدلال کا جواب

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث منکر ہے (**العلل المتناهية لابن جوزی**) اور امام ابوبکر جصاص نے بھی یہی کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے (احکام القرآن جلد اول)۔

دوسرا اسی واقعہ کو امام ابوداؤد ایک اور حدیث میں یوں بیان کرتے ہیں:

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو "طلاق بتہ" دی تو آپ ﷺ نے پوچھا تم نے اس سے کیا ارادہ کیا؟ انہوں نے عرض کی میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم تو نے ایک کا ارادہ کیا؟ انہوں نے عرض کی اللہ کی قسم میں نے ایک کا ارادہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا "تم رجوع کرلو"

ابوداؤد نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے کیونکہ اس کے راوی اس کے گھر والے ہیں۔

مقام غور ہے کہ دونوں حدیثوں کو ابوداؤد نقل کر کے دوسری حدیث کو صحیح قرار دے رہے ہیں اور اس کی وجہ بھی بیان کررہے ہیں اور اول الذکر کو محدثین نے منکر قرار دیا ہے۔ [فتح القدیر] اور [مرقاۃ] میں بھی اول الذکر حدیث کو منکر کہا گیا ہے۔ ابن حزم (مشہور غیر مقلد)

نے اپنی کتاب [المحلی] میں لکھا ہے کہ

"اول الذکر حدیث میں بعض راوی مجہول ہیں"

کیونکہ اس کی سند میں بعض بنی رافع آیا ہے نام کا تعین نہیں ہوسکا اور غیر صحابی کے نام کی عدم تعیین کی وجہ سے سند میں ضعف آجاتا ہے اور ضعیف حدیث احکام میں حجت نہیں ہوتی۔ یہ مسئلہ حلال وحرام کا ہے نہ کہ فضائل کا کہ اس میں اس قسم کی روایت سے استدلال کرنا جائز ہو۔

بالفرض

اگر حدیث طاؤس وحدیث رکانہ کا وہی معنی مراد لیا جائے جو غیر مقلدین مراد لیتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ ان دو حدیثوں میں جن تین طلاقوں کا ذکر ہے وہ تین کس طرح کی تھیں؟

تین طہروں میں یا تین دنوں میں یا تین مہینوں میں یا تین سالوں میں یا اس طرح تھیں کہ ایک صبح دی ہو، ایک دوپہر کو اور ایک شام کو یا ایک مجلس میں تین دی گئیں۔ طلاقیں کس طرح دی گئی تھیں، ایک لفظ کے ساتھ یا علیحدہ لفظوں کے ساتھ۔

اگر ہر طرح سے تین مراد لی جائیں کہ کوئی شخص تین دنوں میں تین طلاقیں دے، تین مہینوں میں، تین سالوں میں یا ایک دن میں یا اوقات مختلفہ میں تین دے، ان صورتوں میں نجدی وہابی غیر مقلد بھی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرتے ہیں ملاحظہ ہو [فتاوی نذیریہ] وغیرہ

اور کہتے ہیں کہ وہ عورت جب تک کسی اور شخص سے نکاح ومباشرت نہ کرے پہلے کے لئے حلال نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر حلالہ کرانا بے غیرتی ہے اور غیر مقلدین کہتے ہیں کہ احناف حلالی مولوی ہیں اور حلالہ کروا کر بے غیرتی کا دروازہ کھولتے ہیں۔ ان صورتوں میں وہ بھی حلالہ کے بغیر پہلے خاوند کے لئے عورت کو حلال نہیں سمجھتے۔ اب وہ اپنے متعلق کیا فتوی دیں گے اور ان صورتوں میں حدیث **لعن اللہ المحلل والمحلل لہ** کی کیا تاویل کریں گے؟ اور

اس کا کیا محمل بیان کریں گے۔ اگر اپنے بارے میں تاویل مقبول ہے اور دوسروں کے بارے میں غیر مقبول تو پھر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ان کا حال ان لوگوں جیسا ہے جن کا پیمانہ اپنے لئے اور ہے اور دوسروں کے لئے اور۔ **کما قال اللہ تعالیٰ ﴿ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون و اذا کالوھم او وزنوھم یخسرون﴾**

اگر کہا جائے کہ حدیث میں ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں مراد ہیں تو حدیث کے الفاظ میں اس پر دلالت نہیں ہے بالخصوص حدیث طاؤس میں۔ ایک مجلس میں تین طلاقوں کے ہونے پر کیا دلیل ہوگی۔ **﴿ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین﴾**

اگر یہ کہا جائے کہ حدیث رکانہ میں تو **فی مجلس واحد** کے الفاظ مذکور ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حدیث منکر ہے اور اس کے رواۃ میں بعض مجہول ہیں جیسا کہ غیر مقلدین کے پیشوا ابن حزم نے [المحلی] میں لکھا ہے کہ اور یہ ان کے خلاف ہے۔

اگر بالفرض ایک مجلس کی تین طلاقیں مراد لے لی جائیں تو اب سوال یہ ہے کہ وہ ایک لفظ کے ساتھ تھیں (بایں طور میں نے تجھے تین طلاقیں دیں یعنی طلاق کا لفظ مکرر نہ تھا) یا علیحدہ الفاظ کے ساتھ (بایں طور طلاق، طلاق، طلاق)۔ اگر ایک لفظ کے ساتھ تھیں تو جو علیحدہ الفاظ کے ساتھ دے وہاں تو پھر تین کو تین تسلیم کرنا چاہیے (تمہارے زعم کے مطابق بھی حدیث اس کے خلاف حجت نہ بنے گی) اور تین کا واقع ہونا تسلیم کرنا پڑے گا۔ اگر یہ دونوں مراد لی جائیں تو حدیث کے الفاظ میں اس پر دلالت نہیں ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اگر تین طلاقیں ایک ہیں تو جب نو طلاقیں اکٹھی دی جائیں تو ان کو لازماً تین ماننا پڑے گا۔

اگر یہ کہا جائے کہ جو تین سے زیادہ ہیں وہ لغو ہیں تو پھر تو تین واقع ہوگئیں۔ اگر تین

ایک ہیں تو زیادہ لغو کیوں؟ ظاہر ہے نو کو تین تسلیم کرنا پڑے گا اور اگر نو بھی ایک ہیں جیسا کہ غیر مقلدین کا مذہب ہے تو نو کے ایک ہونے پر دلیل پیش کریں۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

بیک تین طلاقیں دینے پر غیر مقلدین کا رویہ اور حدیث پاک:

جب کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دیتا ہے تو غیر مقلدین خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتے۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے

﴿عن محمود بن لبید قال اخبر رسول اللہ ﷺ عن رجل طلق امرأتہ ثلث تطلیقات جمیعا فقام غضبان فقال ایلعب بکتب اللہ ر انا بین اظہر کم﴾

(سنن نسائی)

"رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دی ہیں آپ ﷺ غصے کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل تماشا ہوتا رہے گا حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں"

جس امر پر رسول اللہ ﷺ ناراض ہوں اس پر خوش ہونا کونسی ایمانداری ہے؟

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ والی حدیث جس سے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں۔

اگر اسے مان لیا جائے تو اس کا علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ سرکار علیہ السلام کی خصوصیت ہے کہ آپ نے حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کو بغیر حلالہ کے رجوع کا حکم دیا۔ علامہ زرقانی نے [شرح مواہب] میں اس کی تصریح کی ہے۔ علامہ زرقانی مشہور محدث ہیں جنہوں نے [موطا امام مالک] کی شرح لکھی ہے جو چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

اگر فریق مخالف آپ ﷺ کے اس اختیار کا انکار کرے تو ان کے اپنے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب [الصارم المسلول علی شاتم الرسول] میں لکھا ہے

﴿قد اقامه الله مقام نفسه فی امره و نهیه و اخباره و بیانه فلا یجوز ان یفرق بین الله و رسوله فی شی من هذه الامور﴾

"تحقیق اللہ نے اپنے نبی کو اپنے امر، نہی، اخبار اور بیان میں اپنا قائم مقام کیا ہے۔ پس ان امور میں سے کسی امر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان فرق کرنا جائز نہیں ہے"

اور نواب صدیق حسن بھوپالی اہل حدیث نے اپنی کتاب [مسک الختام] میں لکھا ہے کہ

"احکام مفوض بود بوے ﷺ ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد حلال وحرام گرداند"

"احکام آپ ﷺ کے سپرد کر دیے گئے ہیں جس کے لئے چاہیں جو چاہیں حلال و حرام کریں"

اسی طرح [اشعۃ اللمعات] اور [مرقاۃ] میں بھی مذکور ہے۔ قاضی شوکانی (غیر مقلد محدث) نے [نیل الاوطار] میں لکھا ہے کہ

"نبی کریم ﷺ شرعی احکام میں با اختیار ہیں اور احکام آپ کے سپرد ہیں"

تین طلاقوں کے تین ہونے پر
اہل سنت و جماعت کے دلائل

اگر چہ نجدیوں کے پیش کردہ دلائل کی تحقیق کی روشنی میں اہل سنت کا مؤقف واضح ہو چکا لیکن مزید وضاحت کے لئے ہم قرآن و حدیث سے براہین پیش کرنے کے ساتھ صحابہ کرام و مفسرین عظام کے اقوال بھی ذکر کریں گے تاکہ منصف مزاج قاری پر یہ نازک مسئلہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن (الاية) لا جناح عليكم ان طلقتم النساء (الاية) و للمطلقت متاع بالمعروف (الاية) يا ايها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن﴾ (الاية)

یہاں امر طلاق مطلق ہے۔ جس طرح بھی انہیں طلاق دی گئی ہو تین، اکٹھی، علیحدہ علیحدہ، تین دنوں میں، طہروں میں وغیرہ ذلک، یہ لفظ ان سب کو شامل ہے۔ ان پر وہ طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ابن حزم جو کہ مشہور غیر مقلد محدث ہیں اس نے بھی ان کے تحت یہی لکھا ہے کہ "کوئی جس طرح بھی طلاق دے، تین طلاقیں ایک مجلس میں یا تین طہروں میں یا تین ماہ میں طلاقیں واقع ہو جائیں گی" (المحلی)۔

غیر مقلدین...... جائیں تو کدھر جائیں:

یہاں پر غیر مقلدین ابن حزم کو چھوڑ جاتے ہیں اور ابن تیمیہ کے دامن میں پناہ لیتے ہیں جس نے طلقات ثلثہ کے ایک ہونے کا قول ایجاد کیا لیکن فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں اپنے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کو چھوڑ کر ابن حزم کے دامن میں چھپنے کی کوشش کرتے ہیں جو فاتحہ خلف

الامام کے وجوب کا قائل ہے۔ ابن تیمیہ نے فتاوی ابن تیمیہ میں جہری نمازوں میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے والوں کو گدھے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اس نے اس مسئلہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ﴿بالجملة فالنزاع من الطرفين لكن الذين ينهون عن القراة هم جمهور السلف و الخلف معهم الكتاب و السنة الصحيحة و الذين اوجبوها على الماموم فحديثهم ضعفه الائمة﴾

''اور خلاصہ یہ ہے کہ قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں نزاع دونوں طرف سے ہے لیکن جو لوگ مقتدی کو قرأۃ سے منع کرتے ہیں وہ جمہور سلف وخلف ہیں ان کے ساتھ کتاب اور سنت صحیحہ ہے اور جو لوگ مقتدی پر قرأت کو واجب قرار دیتے ہیں ان کی حدیث کو آئمہ نے ضعیف قرار دیا ہے''

یہاں غیر مقلد حضرات اپنے شیخ الاسلام کی بات نہیں مانتے اور کہتے ہیں جو شخص قرأت خلف الامام نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے نزدیک شیخ الاسلام وہ ہستی ہے جس کی اپنی نمازیں بھی برباد ہیں اور وہ لوگوں کی نمازیں بھی ضائع کروانے کا ذمہ دار ہے۔ اس مسئلہ میں نجدی حضرات ابن حزم کے ساتھ ہیں۔

یہ دونوں حضرات (ابن حزم وابن تیمیہ) غیر مقلدین کے شیر ہیں۔ یہ بے چارے کبھی ایک سے بھاگتے ہیں کبھی دوسرے سے ﴿كانهم حمر مستنفرة فرت من قسورة﴾ گویا کہ یہ بدکے ہوئے گدھے ہیں جو شیروں سے بھاگے ہوئے ہیں۔

مزید تعجب کی بات یہ ہے کہ ابن تیمیہ کو تو مانتے ہیں مگر وہ جن کی تقلید کا دعوی کرتا ہے ان کو نہیں مانتے یعنی امام احمد بن حنبل جو تین طلاقوں کو تین مانتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مذہب حنبلیہ کی معتبر کتاب مغنی لابن قدامہ اور تفسیر زاد المسیر لابن جوزی۔

ابن تیمیہ.....علمائے اسلام کی نظر میں:

یہ ابن تیمیہ جیسے آدمی کی پیروی کرتے ہیں جس کے بارے میں علماء نے فرمایا ہے کہ وہ گمراہ شخص ہے، ملاحظہ ہو [شرح شفاء للقاری] اور [فتاوئی حدیثیہ] لابن حجر مکی شافعی اور علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں ''اضلہ اللہ علی علم'' اسے اللہ تعالی نے علم کے باوجود گمراہ کردیا۔ علامہ سبکی نے اپنے قصیدہ میں اسے ابن فاعلہ (زانیہ کا بیٹا) لکھا ہے اور لکھا ہے کہ وہ فرقہ مجسمہ (یہ ایک فرقہ ہے جو اللہ تعالی کے لیے جسم مانتا ہے) سے تعلق رکھتا تھا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے [الدرر الکامنہ] میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کہتا تھا کہ:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مال کے لالچی تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلام معتبر نہیں کیونکہ وہ بچپن میں ایمان لائے''

اس کے شاگرد علامہ شمس الدین ذہبی نے اسے خط لکھا کہ

''کاش بخاری و مسلم کی حدیثیں تیرے حملوں سے محفوظ رہتیں''

تعجب ہے اس فرقہ پر جو ایسے شخص کو شیخ الاسلام مانتا ہے۔

دوسری دلیل:

﴿فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره﴾

پس اگر اس نے اسے (بیوی کو) تیسری طلاق دے دی تو وہ عورت اس مرد کے لئے حلال نہیں ہے حتیٰ کہ اور خاوند سے مباشرت کرلے۔ فا تعقیب بلا مہلت (ایک کام کے بعد فوراً دوسرے کام کے ہونے کو بیان کرنے کے لیے کے لئے) ہے۔ اگر کوئی شخص دو طلاقوں کے بعد فوراً تیسری طلاق دے دے تو اس آیت کی رو سے بھی اس کا وقوع ہو جائے گا۔

اگر نجدی اہل حدیث یہ کہیں کہ فا ہر جگہ تعقیب بلا مہلت کے لئے نہیں آتی، جس طرح

کہ آیت کریمہ ﴿کنتم امواتا فاحیاکم﴾ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس آیت کریمہ میں بھی تعقیب بلا مہلت کے لئے ہے۔ اور اگر نہ بھی ہو تو اگر کوئی لفظ ایک مقام پر مجازی معنی میں استعمال ہو تو ضروری نہیں ہر جگہ مجازی معنی ہی مراد ہو۔

قاضی شوکانی اہل حدیث نے اپنی کتاب [ارشاد الفحول] میں لکھا ہے کہ ﴿اذا امکن العمل بالحقیقة سقط المجاز﴾ "جب حقیقی معنی پر عمل کرنا ممکن ہو تو مجازی معنی ساقط ہو جاتا ہے"

اور دوسری عرض یہ ہے کہ [شرح عقائد] جو کہ غیر مقلدین کے مدارس میں بھی پڑھائی جاتی ہے اس میں عذاب قبر پر دلیل دی گئی ہے ﴿مما اغرقوا فادخلوا نارا﴾ اس سے انہوں نے استدلال کیا ہے کہ فرعونیوں کو غرق کے فورا بعد آگ میں داخل کر دیا گیا۔

یہاں پر اگر کوئی سوال کرے کہ آیت کا معنی تو یہ ہوا کہ فوراً تیسری طلاق دے تو واقع ہو جائے گی اور اگر کوئی شخص فوراً تیسری نہ دے بلکہ وقفہ کے بعد دے تو وہ واقع نہ ہو گی۔ جواب یہ ہے کہ فوراً نہ دے بلکہ وقفہ کر کے دے تو پھر بھی ہو جائے گی۔ سائل نے مفہوم مخالف کے ذریعہ مسئلہ اخذ کرنے کی کوشش کی ہے اور مفہوم مخالف معتبر نہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿اما یبلغن عندک الکبر﴾ الایہ یعنی والدین بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف نہ کہو۔ اب کیا مطلب ہوا کہ بڑھاپے کو نہ پہنچے ہوں تو اف اف کرتے پھرو۔ نہ یہ مفہوم یہاں معتبر نہ وہ وہاں معتبر۔

تیسری دلیل:

امام بخاری علیہ الرحمہ نے باب قائم کیا ہے من اجاز الطلقات الثلث اور اس کے تحت انہوں نے حدیث نقل کی ہے کہ حضرت عویمر عجلانی نے اپنی بیوی کے ساتھ لعان کیا فطلقها ثلاثا قبل ان یامرہ رسول اللہ ﷺ۔ پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قبل اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔

نسائی شریف میں ہے فانفذها رسول الله ﷺ "ان طلاقوں کو رسول اللہ ﷺ نے نافذ کر دیا"۔

چوتھی دلیل:

رفاعہ قرظی کی بیوی (سابقہ) رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی عرض کی مجھے رفاعہ نے تین طلاقیں دی ہیں اور میں نے اس کے بعد عبدالرحمن بن زبیر قرظی سے نکاح کیا ہے اور وہ نامرد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو رفاعہ کی طرف لوٹنا چاہتی ہے، تو نہیں لوٹ سکتی حتی کہ عبدالرحمن تجھ سے جماع کر لے۔

بخاری شریف کے شارحین مثلاً علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں، علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں، علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری میں، علامہ نور الحق محدث دہلوی نے تیسیر القاری میں، علامہ کرمانی نے کرمانی علی البخاری میں، علامہ یعقوب نے الخیر الجاری میں، علامہ علی قاری نے نور القاری میں اور علامہ ابن بطال نے شرح بخاری میں فرمایا ہے کہ ان احادیث کی باب سے مطابقت یوں ہے کہ ان دونوں حضرات نے اپنی بیویوں کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دی تھیں۔ ویسے بھی چونکہ امام بخاری شافعی ہیں جیسا کہ علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات الکبری میں لکھا ہے اور امام شافعی کا مسلک یہی ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا جائز ہیں اور اس مسئلہ کے اثبات میں امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے۔

نواب صدیق حسن خان (غیر مقلد) اور وحید الزمان (غیر مقلد) نے لکھا ہے کہ فقہ البخاری فی تراجمہ اور آج کل کے غیر مقلد بھی اس کلیہ کو تسلیم کرتے ہیں اور اہل سنت سے جب مباحثہ ہو تو کہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے اگرچہ خود انہیں سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث بخاری و مسلم میں نہ ملی اور فاتحہ خلف الامام اور رفع یدین کے مسئلہ پر امام بخاری کا بہت نام لیتے ہیں اور امام بخاری کے دو رسائل جزء رفع یدین اور جزء القراۃ سے استفادہ کرتے ہیں (اگرچہ جزء

رفع یدین میں مذکور حدیث بوقت سجدہ آپ ﷺ کا رفع یدین فرمانا اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے) تو یہاں اس مسئلہ میں بھی انہیں اپنے حال پر کرم کرنا چاہیے اور امام بخاری کے ساتھ طلاق ثلثہ کے مسئلہ میں موافقت کرنی چاہیے ورنہ ہم پوچھنے میں حق بجانب ہوں گے " این تذهبون "

یہاں پر ان کا مذہب (طلاق ثلثہ فی مجلس واحد کا ایک ہونا) اور کلیہ (فقہ البخاری فی تراجمہ) ایک دوسرے کے معارض ہیں۔ مذہب بچاتے ہیں تو کلیہ ہاتھ سے جاتا ہے اور کلیہ کو سینے سے لگائیں تو مذہب کو خیر باد کہنا پڑتا ہے اور اپنے زعم کے مطابق زناء کاری کا دلال بننا پڑتا ہے۔ اب ان کی مرضی ہے جس طرف چاہیں تشریف لے جائیں۔

من نہ گویم ایں مکن و آں کن
مصلحت بین و کار آساں کن
دو گو نہ عذاب ست جان مجنوں را
بلائے صحبت لیلی و بلائے فرقت لیلی

واہ رے غیر مقلد تیری بے چارگی اور سینہ زوری۔ کبھی تو اتنا بے چارا اور بے آسرا ہوتا ہے کہ آٹھویں صدی میں پیدا ہونے والے گمراہ شخص کے دامن میں پناہ ڈھونڈتا ہے اور کبھی ایسی بے تکی سینہ زوری کا مظاہرہ کرتا ہے کہ امام بخاری، ان کے امام شافعی اور استاد احمد بن حنبل اور امام مدینہ مالک اور امام اعظم ابوحنیفہ ناموں کی فہرست طویل ہے **سیاتی فی بیان اقوال الصحابة والعلماء** کی ہمہ جہتی بھی تجھے کچھ بھائی نہیں دیتی اس پر مستزاد کہ قرآن وحدیث بھی انہی کے مؤید ہیں۔

حدیث پاک میں ہے **یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل فلا یجدون احدا اعلم من عالم المدینة** سفیان ابن مہدی اور عبدالرزاق نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد امام مالک ہیں۔ یاد رہے کہ امام مالک، امام شافعی اور امام محمد بن شیبانی کے بھی استاد ہیں۔ علامہ

زرقانی استذکار میں فرماتے ہیں کہ امام مالک اہل مدینہ کے عمل کو دیکھ کر اپنا نظریہ اپناتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اہل مدینہ بھی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرتے تھے **ولو فی مجلس واحد** اور حدیث شریف میں ہے **لو کان العلم عند ثریا لناله رجل من اهل فارس** اگر علم ثریا میں ہوتو فارس کا ایک مرد اسے حاصل کرلے گا۔ (بخاری، مسلم)

امام سیوطی نے **تبییض الصحیفة فی مناقب ابی حنیفه** میں اور امام ابن حجر مکی نے **الخیرات الحسان** میں لکھا ہے کہ اس سے مراد امام ابوحنیفہ ہیں۔

فقہ مالکی کی معتبر کتاب **المدونة الکبری** میں تصریح ہے کہ امام مالک تین طلاقوں کو تین ہی مانتے ہیں۔ امام قرطبی مالکی نے بھی اپنی تفسیر میں اس کی تصریح کی ہے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جن کو اہل حدیث مجدد مانتے ہیں اور اپنی حدیث کی سند ان تک پہنچاتے ہیں انہوں نے مؤطا امام مالک کی شرح مسوی میں لکھا ہے کہ امام مالک اہل مدینہ کے عمل کو ترجیح دیتے ہیں۔ نیز انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک ایک مجلس میں دی جانے والی تین طلاقیں تین ہیں ﴿ **فاعتبروا یا ولی الابصار** ﴾

پانچویں دلیل:

نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں آپ سے عرض کیا گیا تو ارشاد فرمایا تین طلاقوں سے بیوی جدا ہوگئی اور باقی **997** عدوان (زیادتی) ہیں (مصنف عبدالرزاق، تفسیر مظہری، طبرانی، معجم کبیر، دارقطنی، تفسیر قرطبی)۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر طلاقات ثلثہ تین نہیں ہیں بلکہ ایک ہے تو پھر مزید دو ہوکر واقع ہونی چاہیے تھیں اور اگر ایک سے زائد جتنی بھی ہیں وہ اسی ایک کے اندر شامل ہیں تو سو کو بھی ایک ہونا چاہیے۔ ملت وہابیہ اس عقدہ کو حل کردے دعوت عام ہے۔ ....

تین طلاقیں تین ہونے کے بارے میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے ارشادات

حضرت عبداللہ ابن عمر کا ارشاد:

حضرت عبداللہ بن عمر سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے تین طلاقیں دی ہوں (سئل عمن طلق ثلثا) آپ نے فرمایا:

''اگر تو نے ایک یا دو طلاقیں دی ہوں تو رجوع کر سکتا ہے۔ بے شک نبی کریم ﷺ نے مجھے اس کا حکم دیا ہے اور اگر تین طلاقیں دی ہیں تو وہ عورت تجھ پر حرام ہے حتیٰ کہ اور خاوند سے جماع کرلے''

''ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فتوی بخاری شریف جلد۲، سنن بیہقی جلد۷، ابن ابی شیبہ جلد۳، بعض مطابع میں جلد۴ میں موجود ہے۔)

یہی عبداللہ ابن عمر ہیں جن کی مرفوع وموقوف حدیث سے رفع یدین کی سنیت پر استدلال کیا جاتا ہے حالانکہ رفع یدین کے بارے میں دیگر صحابہ عبداللہ ابن مسعود وغیرہ سے اس کا خلاف بھی مروی ہے۔تو طلاق والے مسئلے میں نہ قرآن کی آیت ان کے فتوی کے مخالف نہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد (جن احادیث کو ان کے منافی سمجھا جاتا ہے ان کا صحیح مطلب ہم بیان کر چکے ہیں لہذا وہ بھی ان کے فتوی کے موافق ہیں) منافی نہ کسی صحابی کا قول ان کے معارض چاروں امام ان کے ساتھ متفق امام بخاری ان کے موافق یہاں ان کے فتوی کو چھوڑ کر ملت وہابیہ کتنی بری تقسیم کر رکھی تلک اذا قسمة ضیزی۔ یہاں کوئی نجدی یہ نہ کہے کہ اس فتوی میں ایک مجلس کا لفظ نہیں ہے کیونکہ یہ عام ہے ایک مجلس اور مختلف مجالس دونوں کو شامل ہے۔

دوسرا یہ کہ مسلم والی حدیث میں جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے وہاں کونسائی

مجلس واحد کا لفظ ہے تو وہاں ان سے اختلاف کیا معنی رکھتا ہے۔اور جس روایت (رکانہ) میں فی مجلس واحد کا لفظ ہے وہ منکر ہے جیسا کہ مفصلا گزر چکا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عمل:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو تین ہی شمار فرماتے تھے۔ (ملاحظہ مصنف ہوابن ابی شیبہ)

حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا فتوی:

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں سے پوچھا گیا اگر کوئی شخص دخول سے قبل اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے تو اس کا کیا حکم ہے تو ان دونوں نے جواب دیا کہ جب تک کسی اور سے نکاح نہ کرے پہلے کے لئے حلال نہیں ہے۔ (ابن ابی شیبہ)

فاتحہ خلف الامام کے بارے میں ان کے قول (اقرأ بها فی نفسک یا فارسی) سے استدلال کیا جاتا ہے مگر طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں ان کے فتوی کو بھی رد کر دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ موقوفات صحابہ حجت نہیں ہیں۔ جو جامعہ سلفیہ سے پڑھ کر آئے اس کی بات حجت ہو اور جس نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے دین حاصل کیا ہو اور بہت زیادہ احادیث کے راوی ہوں ان کا قول حجت نہ ہو۔ مالکم کیف تحکمون اور حضرت ابو ہریرہ اپنے دور کے مفتی و مجتہد تھے کما فی التحریر لابن همام الحنفی اور حضرت ابن عباس کے بارے میں مشہور حدیث ہے جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے اللهم فقهه فی الدین جن کے دین کے اندر سمجھ کی دعا اللہ کے نبی کریں ان کا فتوی غیر مقبول اور جن کو دین کی سمجھ ہو ہی نہ ان کا فتوی قبول ایں چہ بوالعجبی ست۔

یاد رہے کہ ابو ہریرہ وابن عباس رضی اللہ عنہم کا فتوی ایک مجلس کی طلاقوں کے بارے

میں ہے۔ جب وہ ایک ہی لفظ سے دی جائیں کیونکہ مجالس مختلفہ یا الفاظ مختلفہ کی صورت میں پہلے لفظ طلاق سے ہی عورت غیر مدخولہ بائن ہو جائے گی اور عدت نہ ہونے کی بنا پر وہ طلاق کا محل ہی نہ رہے گی کہ دوسری اور تیسری واقع ہو نیز اگر تین طلاقیں ایک تھیں تو دونوں صحابہ نے حتیٰ تنکح زوجا غیرہ کی قید کیوں لگائی کہ یہ تو صرف تین طلاقوں کی صورت میں ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا فتویٰ:

حضرت عبداللہ بن مسعود سے کسی نے سوال کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تین سے تیری بیوی جدا ہو گئی اور باقی ستانوے زیادتی ہے۔ اب ظاہر ہے یہ طلاقیں اکٹھی تھیں یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہر طہر میں ایک طلاق دی ہو اور یوں سو طہر تقریباً آٹھ سال گزرنے کے بعد مسئلہ پوچھنے آیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں ارشاد نبوی ہے **رضیت لامتی ما رضی لھا ابن ام عبد** (ترمذی) میں اپنی امت کے لئے اس چیز سے راضی ہوں جس سے ام عبد کا بیٹا (عبداللہ بن مسعود) راضی ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ چال ڈھال، سیرت اور ہدایت میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ کوئی نہیں دیکھا (مشکوۃ، بحوالہ بخاری) اور صحابہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ کو نبی کریم ﷺ کے گھر سے آنے جانے کی وجہ سے اہل بیت میں گمان کرتے تھے۔

حضرت ابو سعید خدری اور دیگر صحابہ کا فتویٰ:

حضرت ابو سعید خدری، حضرت عبداللہ بن مغفل اور حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہم سے بھی ابن ابی شیبہ میں ثقہ راویوں سے منقول ہے کہ یک بارگی تین طلاقیں دینے

کی صورت میں عورت طلاق دہندہ پر حرام ہو جاتی ہے ﴿**حتیٰ تنکح زوجا غیرہ**﴾

سیدنا علی المرتضیٰؓ کا فتویٰ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا گیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک اور سے نکاح نہ کرے پہلے کے لئے حلال نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

اس طرح ایک آدمی نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں تو آپ نے فرمایا تین سے بیوی جدا ہو گئی ہے ستانوے اپنے گلے میں لٹکائے۔ (ابن ابی شیبہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد نبوی ہے۔

انا مدینۃ العلم و علی بابھا (ترمذی، مستدرک) میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی نے اس کے بارے میں اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے ﴿**لا صحیح کما قال الحاکم ولا موضوع کما قال ابن الجوزی بل حدیث حسن**﴾، یہ حدیث صحیح بھی نہیں جیسا کہ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے نہ ہی موضوع جیسا کہ ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا ہے بلکہ یہ حدیث حسن ہے۔ علامہ علی قاری نے موضوعات کبیر میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ﴿**ان زوجک اکثر امتی علماً و اقدمھم سلما و اعظمھم حلما**﴾ (طبرانی، کنز العمال)

علامہ زین الدین عراقی شافعی نے (جو کہ ابن حجر عسقلانی کے استاد ہیں) اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے ملاحظہ ہو تخریج احیاء العلوم۔

فاتحہ خلف الامام کے بارے میں اہل حدیث حضرات سیدنا علی کا قول پیش کرتے ہیں

(باوجود یکہ ان کے نزدیک موقوفات صحابہ حجت نہیں) اور مستدرک حاکم کا حوالہ پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ مگر یہاں طلاق ثلثہ کے مسئلہ میں ان کی پرواہ نہیں کرتے فیا للعجب۔

ایک شخص نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا میرے بارے میں فیصلہ فرمایئے۔ آپ نے فرمایا تم پر حماقت سوار ہو جاتی ہے پھر کہتے ہو ابن عباس ابن عباس۔ تین طلاقوں سے تیری بیوی جدا ہو گئی باقی 997 گلے میں لٹکا لے (مصنف ابن ابی شیبہ) یہ حدیث کئی اسانید سے منقول ہے بعض میں گلے میں لٹکانے کے الفاظ ہیں بعض میں لفظ عدوان ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ سے غیر مدخولہ کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا ولو قالها تترى بانت بالاولى یعنی اگر اس نے پے در پے الفاظ سے طلاق دی ہے تو عورت پہلی طلاق سے ہی جدا ہوگئی۔ (ابن ابی شیبہ)

اگر تین طلاقیں ایک ہوتیں تو آپ تترى اور بانت بالاولى نہ فرماتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ کا فرمان:

حضرت عائشہ و حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی ہم بستری کے بغیر بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دے تو کیا حکم ہے تو انہوں نے فرمایا جب تک کسی اور سے نکاح نہ کرے پہلے کے لئے حلال نہیں ہے۔ (ابن ابی شیبہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی شان ملاحظہ فرمایئے۔

﴿عن ابی موسی قال ما اشکل علینا اصحاب رسول اللہ ﷺ حدیثا قط نسالنا عائشہ الاقد و جدنا عندھا منه علما﴾ (ترمذی)

حضرت ابو موسی فرماتے ہیں ہم یعنی اصحاب رسول اللہ پر کوئی بھی مسئلہ مشکل ہوتا تو ہم

نے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو ہم نے اس مسئلہ میں ان کے پاس علم پایا۔ نجدی حضرات سماع موتی کی نفی میں ان کا اجتہاد پیش کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔

ملاحظہ ہو مسند امام احمد جلد ۶ صفحہ ۱۷۰ جس مسئلہ سے وہ رجوع فرمالیں وہ مانا جائے اور جو ان کا فتوی غیر مرجوع عنہ ہو اس کو تسلیم نہ کیا جائے یہ کیسی دیانت ہے؟ اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان کا شیخ الاسلام جو طلاق ثلثہ میں ان کا پیشوا ہے وہ بھی سماع موتی کا قائل تھا (ملاحظہ ہو فتاوی ابن تیمیہ) مگر یہ حضرات اس عقیدہ کو مفضی الی الشرک کہہ کر تحقیق کا خون کرتے ہیں۔ اسی طرح تین طلاقوں کے تین ہونے کے فتاوی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب وحی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح سند کے ساتھ ابن ابی شیبہ میں منقول ہیں۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا موقف:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دیں کیونکہ جب آپ خلیفہ بنے تو اس نے آپ کو مبارک باد پیش کی۔ تو آپ نے فرمایا کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات پر خوشی کا اظہار کرتی ہے تجھے تین طلاقیں ہیں۔ تو پھر آپ نے اس کی طرف کپڑے اور سامان بھیجا اس نے کہا ﴿متاع قلیل من حبیب مفارق﴾ جدا ہونے والے محبوب کی طرف سے تھوڑا مال ملا ہے۔ تو آپ نے فرمایا اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی کہ جو آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دے یا علیحدہ دے تو اس پر وہ عورت حلال نہیں ہے جب تک کسی اور سے نکاح نہ کرے تو میں ضرور رجوع کر لیتا۔

(سنن بیہقی جلد ۷، دارقطنی، طبرانی)

مجمع الزوائد میں علامہ نورالدین ہیثمی نے طبرانی میں مذکور اس حدیث کی ایک سند کے بارے میں فرمایا کہ رجالہ رجال الصحیح اس کی سند صحیح اور دوسری سند کے متعلق فرمایا

رجاله و ثقوا علی ضعف فی بعضهم ان اسانید میں بعض رواۃ ضعیف ہیں مگر وہ اسانید مل گئی تو ان میں تقویت آ گئی۔

مولانا علی قاری محدث نے لکھا ہے کہ اگر دو ضعیف اسانید جمع ہو جائیں تو حدیث حسن لغیرہ کے درج کو پہنچ جاتی ہے۔ (موضاعات کبیر)

اس طرح نخبۃ الفکر، تدریب الراوی اور مقدمہ ابن صلاح میں بھی یہی مضمون موجود ہے۔ مگر یہاں تو اس تقویت کے علاوہ ایک سند مکمل طور پر صحیح ہے پھر بھی انکار کیا معنی رکھتا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ بیہقی اور دارقطنی کی سند میں محمد بن حمید رازی راوی ہے جو سخت ضعیف ہے اور بعض نے اسے کذاب بھی قرار دیا ہے۔ تو اس کے جواب میں گزارش ہے کہ غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی نے نیل الاوطار میں ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے ابن عبدالبر سے نقل کیا ہے کہ ﴿حکم ابن البر مع ذلک بصحته لتلقی العلماء له بالقبول فرده من حیث الاسناد و قبله من حیث المعنی﴾ ابن بر نے اس (ضعف) کے باوجود اس حدیث کی صحت کا حکم لگایا ہے کیونکہ علماء نے اس کو قبول کیا ہے۔ ’’پس اس نے سند کے اعتبار سے اس کا انکار کیا اور معنی و مفہوم کے اعتبار سے اس کو تسلیم کیا ہے‘‘ تو اگرچہ ہماری پیش کردہ روایت کے راوی ضعیف بھی ہوں تو پھر بھی تلقی علماء کی وجہ سے یہ حدیث مقبول ہوگی کیونکہ کثیر صحابہ، تابعین اور آئمہ اربعہ کا اس پر تعامل ہے نیز یہ کہ اس کی ایک سند تو مکمل طور پر صحیح ہے جو اس کی دیگر اسانید کے لئے تقویت کا باعث ہے۔

امام ترمذی کئی مقامات پر حدیث نقل کر کے کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر اس پر اہل علم کا عمل ہے۔ قاضی ابوبکر بن عربی مالکی ترمذی شریف کی شرح عارضۃ الاحوذی میں غیر مقلد عالم عبدالرحمٰن مبارکپوری تحفۃ الاحوذی میں اور علامہ علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ امام ترمذی اہل علم کا عمل نقل کر کے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ باوجود سند کے ضعف کے اس کا متن مقبول ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فتوی ہے کہ تین طلاقیں تین ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو تین سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

یاد رہے کہ یہ وہی طاؤس ہیں جن کی روایت کردہ حدیث سے غیر مقلد استدلال کرتے ہیں۔ اس سے پہلے اسی حدیث کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتوی بھی ذکر ہو چکا ہے۔ اگر حدیث کا مطلب وہ ہے جو غیر مقلدین سمجھتے ہیں تو اس سے یہ مطلب نکلا کہ حدیث کے راوی روایات کچھ بیان کرتے ہیں اور فتاوی ان کے برعکس دیتے ہیں۔ اگر ان کا یہی طرز عمل ہے تو ان کی دیانت پر کیا اعتماد رہ جائے گا۔

آثار تابعین

حضرت حسن بصری، حضرت طاؤس، حضرت ابراہیم نخعی کا بھی یہی فتوی ہے (مصنف ابن ابی شیبہ مسند عبدالرزاق)۔ کئی ایک دیگر تابعین کے فتاوی بھی اس باب میں وارد ہیں، اختصاراً ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔ جو مزید وضاحت کا طالب ہو مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند عبدالرزاق کا مطالعہ کرے۔

ایک اشکال اور اس کا حل

اگر کوئی کہے کہ یہ تو آثار صحابہ وتابعین ہیں حلت وحرمت کے مسئلہ میں ان سے احتجاج کیسے درست ہوگا جواب یہ ہے کہ یہ تو ہم نے ضمناً ذکر کیے ہیں ہمارا اصل استدلال تو قرآن و حدیث سے ہے کما مر۔ یہ آثار ہمارے استدلال کی تائید کرتے ہیں نیز اصول حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ صحابی کا وہ قول جو غیر مدرک بالقیاس ہو مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے کما فی نخبة الفکر وغیرہ من کتب اصول الحدیث

اسانید پر جرح؟

اگر کوئی شخص ہماری پیش کردہ روایات کی اسانید پر جرح کرنا چاہے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ہم پہلے قاضی شوکانی وغیرہ کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں کہ ضعیف حدیث اہل علم کے تعامل سے قوی ہو جاتی ہے اور ہماری پیش کردہ روایات تو درجہ صحت وحسن کو پہنچی ہوتی ہیں۔ اگر بالفرض کسی حدیث کی سند میں کوئی راوی ضعیف ثابت ہو بھی جائے تو قرآن مجید کی موافقت اہل علم کے تعامل اور دیگر اسانید کی وجہ سے اس روایت کا ضعف منجبر ہو جائے گا کیونکہ ضعیف ضعیف سے مل جائے تو حدیث حسن ہو جاتی ہے اور جب اس کی تائید قرآن کردے تو وہ کیوں نہ بطریق

اولی قابل حجت ہو اور مزید یہ کہ امام سیوطی نے التعقبات علی الموضوعات میں فرمایا ہے۔

﴿قد صرح غير واحد من العلماء بان من دليل صحة الحديث قول اهل العلم به و ان لم يكن له اسناد معتمد على مثله﴾

کثیر علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ حدیث کی صحت کی دلیل اہل علم کا اس کے ساتھ قول کرنا ہے اگر چہ اس کی سند ضعیف ہو۔ علامہ طاہر ابن صالح جزائری ابن حزم سے ناقل ہیں

﴿اذا ورد حديث مرسل اوفى احد ناقليه ضعف فوجدنا ذالك الحديث مجمعا على اخذه والقول به علمنا يقينا انه حديث صحيح لا شك فيه﴾ (توجیہ النظر)

جب کوئی حدیث مرسل ہو یا اس کے راوی میں ضعف ہو اور اس پر امت کا اجماع ہو تو ہم یقیناً جان لیں گے کہ وہ حدیث لاشک صحیح ہے۔

ایک اور اشکال اور اس کا حل

اگر کوئی کہے کہ جو آثار صحابہ پیش کیے گئے ان میں احتمال ہے کہ طلاق دینے والوں نے علیحدہ مجالس میں تین طلاقیں دی ہوں تو اس صورت میں تو ہم بھی تین مانتے ہیں لہذا احناف (کثرهم الله) کا استدلال غلط ہے۔

جواباً گذارش ہے اول تو بہت ساری روایات میں ہزار اور سو طلاق کے الفاظ آئے ہیں اس سے متبادر یہی ہے کہ انہوں نے ایک ہی مجلس میں طلاقیں دی تھیں وگرنہ کیا سو یا سو مجالس میں طلاق دینے کے بعد مسئلہ پوچھنے کا خیال آیا؟ بڑی دیر کردی مہرباں آتے آتے۔

اگر ایک طلاق ایک طہر میں مراد لی جائے تو ہزار طلاق کے لئے تقریباً 83 سال اور سو طلاق کے لئے تقریباً 8 سال کا عرصہ بنتا ہے۔ تو کیا سائل اتنے عرصہ طلاقیں دیتا رہا پھر مسئلہ

پوچھنے آیا یا ہزار یا سو مجالس میں طلاقیں دیں اور اب مسئلہ پوچھنے آیا ہے۔ کیا کوئی ہوش مند آدمی اس مفہوم کو قبول کرے گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ سو یا ہزار طلاقیں انتہائی ناراضگی اور غصہ پر دلالت کرتی ہیں اور انکا ایک بارگی صادر ہونے کا مفہوم متعین ہے اور مزید عرض یہ کہ سیدتنا عائشہ، سیدتنا ام سلمہ، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا علی اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے غیر مدخولہ بہا کے متعلق پوچھا گیا کہ اس کو تین طلاقیں دی جائیں تو کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے فرمایا حتیٰ تنکح زوجا غیرہ ظاہر من الشمس ہے کہ غیر مدخولہ کو اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں یعنی ایک ہی لفظ کے ساتھ بایں طور پر کہ میں تجھے تین طلاقیں دیتا ہوں۔ تو تب یہ صورت بنتی ہے کہ وہ دوسرے خاوند سے جماع کیے بغیر پہلے کے لئے حلال نہیں۔ اگر متفرق مجالس میں طلاق ہو تو یہ صورت بن ہی نہیں سکتی نہ وہ جواب بن سکتا ہے جو مذکورہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیا ہے کیونکہ متفرق طلاقوں کی صورت میں عورت پہلی طلاق سے ہی جدا ہو جائے گی اور دوسری طلاق اس کو واقع ہی نہ ہوگی۔ لہٰذا وہ بغیر دوسرا نکاح کیے پہلے شخص کے لئے حلال ہے کہ اس سے نکاح کر سکتی ہے کما قال ابن عباس و لو قال تتری بانت بالاولی۔

غیر مقلد حضرات جو حدیث لکھ کر مسئلہ بتاتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ و حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خلافت کے ابتدائی زمانہ میں تین کو ایک قرار دیا جاتا تھا وہاں یہ حضرات مراد لیتے ہیں کہ اس سے ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں مراد ہیں کیا حدیث میں ایک مجلس کا لفظ ہے؟ نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر نجدیو تم کیسے ایک مجلس مراد لیتے ہو؟ ابوداؤد کی منکر روایت سے یہ معنی مراد لیتے ہو کیا تحقیق اسی کو کہتے ہیں۔ جب کہ ہماری پیش کردہ بعض روایات سے صراحتاً اور بعض سے کنایۃً ایک مجلس میں تین کا تین ہونا مذکور ہے جن میں سے بعض روایات صحیح اور بعض حسن ہیں۔ **فافهموا و تدبروا ولا تكونوا من الغافلين** احادیث میں یہ لوگ تحریف معنوی کا ارتکاب کرتے ہیں پھر بھی اپنا نام اہل حدیث رکھتے ہیں ان پر یہ مثل

سچی آتی ہے برعکس نہند نام زنگی کافور۔

سوال :۔ بعض آثار صحابہ میں یہ بھی آیا ہے کہ صحابہ نے فرمایا کہ تو نے اللہ کی نافرمانی کی اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے تین طلاقیں یا اس سے زیادہ اکٹھی دینا گناہ ہے جب گناہ ہے تو تین واقع نہ ہونگی؟

جواب :۔ ہم نے کب کہا ہے کہ تین اکٹھی دینا ثواب ہے۔ باوجود معصیت کے ان کا وقوع ہو جائے گا جیسے زانی پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دی جب آپ ﷺ کو عرض کیا گیا تو آپ نے ان کو حیض میں طلاق دینے سے منع فرمایا (یعنی آئندہ نہ دینا) اور انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ وہ طلاق شمار کی گئی یہ روایت صحیح بخاری کے اندر موجود ہے لیکن نجدی حضرات آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔

حیض میں طلاق دینا منع ہے مگر طلاق واقع ہو جائے گی ایسے ہی تین طلاقیں اکٹھی دینا منع ہے مگر واقع ہو جائیں گی۔

اقوال مفسرین

ہم نماز میں دعا مانگتے ہیں **﴿صراط الذین انعمت علیهم﴾** دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **﴿انعم اللہ علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین﴾** معلوم ہوا کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے۔

قرآنی ارشاد، رسول اور فرمانِ صحابہ کو آپ ملاحظہ کر چکے اب آپ کی خدمت میں چند تفاسیر کے حوالے پیش کیے جاتے ہیں ان سب میں تین طلاقوں کو تین قرار دیا گیا ہے۔

(١) تفسیر ابن جریر (٢) تفسیر نیشاپوری (٣) تفسیر کشاف
(٤) تفسیر کبیر (٥) تفسیر قرطبی (٦) تفسیر ابن کثیر
(٧) تفسیر بیضاوی (٨) تفسیر جلالین (٩) تفسیر صاوی
(١٠) تفسیر مظہری (١١) تفسیر خازن (١٢) تفسیر حسینی
(١٣) تفسیر البحر المحیط (١٤) تفسیر در منثور (١٥) تفسیر جمل
(١٦) تفسیر ابو السعود حنفی (١٧) تفسیرات احمدی (١٨) تفسیر معالم التنزیل
(١٩) تفسیر روح المعانی (٢٠) تفسیر روح البیان (٢١) تفسیر مدارک
(٢٢) تفسیر زاد المسیر لابن جوزی حنبلی (٢٣) تفسیر عنایت اللہ قاضی علی البیضاوی
(٢٤) شیخ زادہ علی البیضاوی (٢٥) تفسیر احکام القرآن لابی بکر جصاص حنفی
(٢٦) تفسیر احکام القرآن لابی بکر بن عربی مالکی

اگر غیر مقلد حضرات کہیں کہ ہم ان تفاسیر کو نہیں مانتے تو انہیں چاہیے کہ جب کوئی تفسیر ، تو صرف فتح القدیر اور فتح البیان کا حوالہ دیں۔ لیکن پھر بھی یاد رکھیں کہ جو کچھ انہوں نے

لکھا ہے سوا اپنے چند تفردات کے وہ بھی ان سابقہ تفاسیر سے استفادہ کر کے لکھا ہے **فاین المفر** اہل حدیث حضرات جب کوئی کتاب تصنیف کرتے ہیں اور اس میں تفسیر کا حوالہ درکار ہو تو مذکورہ تفاسیر کے حوالے دیتے ہیں طلاق ثلثہ کے مسئلہ میں انہیں کیوں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

جو حضرات اس مسئلہ میں مزید تفصیل کا مطالعہ کرنا چاہیں وہ فتح الباری شرح بخاری، فتح القدیر شرح ہدایہ اور شرح مسلم للنووی کا مطالعہ کریں۔

قرآنی حکم کا استہزاء

قرآن مجید میں صریح طور پر تیسری طلاق کے بعد عورت کے لئے سابقہ خاوند کے پاس آنے کے لئے حلالہ کا حکم ہے۔ **فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غیره** پس اگر خاوند نے اسے تیسری طلاق دے دی تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہے حتیٰ کہ دوسرے خاوند سے نکاح (جماع، جماع کی قید حدیث سے بالصراحت ثابت ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) کرے۔ تین طلاقوں کے بعد حلالہ کا حکم دینے والے علماء پر اہل حدیث حضرات طعن کرتے ہیں ان پر لعنت کا قول کرتے ہیں۔ حدیث **لعن اللہ المحلل و المحلل له** کا غلط مطلب بیان کر کے اسے قرآن کے معارض بناتے ہیں۔ حالانکہ اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اگر عقد نکاح ثانی میں طلاق کو شرط کیا جائے تو حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

اگر حدیث میں یہ تاویل درست نہیں ہے تو یہ خود بھی لعنت کے مستحق ٹھہریں گے۔ کوئی شخص اپنی بیوی کو تین مجالس میں، تین ماہ میں، تین اطہار میں یا تین سالوں میں تین طلاقیں دے تو اب اہل حدیث غیر مقلد بھی یہی کہیں گے کہ وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح و جماع نہ کرے پہلے کے لئے حلال نہیں ہے اب کیا اس صورت میں بھی محلل (حلالہ کرنے والا) اور محلل

لعنتی ہے؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ اس لئے کہ ان صورتوں کے تم بھی قائل ہو؟ حیرت ہے حتی تنکح زوجا غیرہ حکم قرآنی ہے کوئی احناف کے گھر کا بنایا ہوا اصول نہیں ہے۔ قرآن ایک حلت کا راستہ بنائے اور حدیث میں اس کے اپنانے والے کو لعنتی قرار دیا جائے کیسے ممکن ہے؟ نام نہاد اہل حدیثو! تم تو پرویزیت کی راہ خوار کر رہے ہو این تذھبون۔

حدیث میں اسے لعنتی قرار دیا گیا ہے جو شرط طلاق پر نکاح ثانی کرے اور قرآن نے شرط طلاق والا حلالہ مشروع نہیں کیا۔

احناف (کثرھم اللہ تعالی) بھی یہی طریقہ لوگوں کو بتاتے ہیں کہ بغیر شرط طلاق کے نکاح ثانی کیا جائے پھر وہ شخص جماع کے بعد اپنی مرضی سے طلاق دے تو اب عدت کے بعد یہ پہلے سے نکاح کر سکتی ہے۔

اگر حدیث میں بشرط التحلیل اور الطلاق والی قید معتبر نہ ہو تو لازم آئے گا کہ حضرت رفاعہ قرظی اور حضرت عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی اس وعید کے نیچے آجائیں اور جن جلیل القدر صحابہ نے مسئلہ بتاتے ہوئے حتی تنکح زوجا غیرہ کا حکم دیا وہ بھی مستحق وعید ٹھہریں گے مالکم کیف تحکمون اس شنیع وقبیح امر کا قائل خود لعنتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے ﴿ اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة اللہ علی شرکم ﴾ (ترمذی، طبرانی)

تنقیح الرواۃ میں ہے کہ طبرانی میں اس حدیث کے راوی بخاری کے راوی ہیں۔

اس مسئلہ میں غیر مقلدین کے پیشوا ابن حزم بھی اہل حق کے موافق ہیں۔ اہل حدیث حضرات کو گنگنا کر یہ شعر پڑھنا چاہیے۔

حیرت ہے کہ ہم خود بھی نہیں اپنی طرف
اور دوسری طرف ساری خدائی ہے

علامہ بدرالدین عینی نے ہدایہ کی شرح بنایہ میں اس مسئلہ پر خوب بحث کی ہے۔ جس کو اللہ تعالی توفیق دے اس کا مطالعہ کرے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تنبیہ:۔

خصائص کبری اور کنز العمال میں حدیث ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو طلاق دینے کے باوجود (طلاق یافتہ) عورتوں سے ازدواجی تعلقات قائم رکھیں گے۔

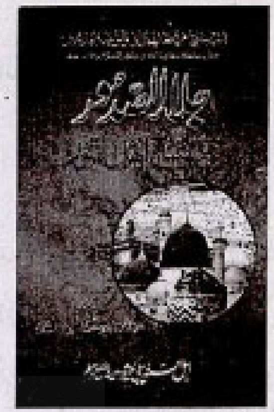
لہذا اہل حدیث حضرات کو چاہیے کہ خدا کا خوف کریں نہ خود حرام کاری کے مرتکب ہوں نہ دوسروں کو ترغیب دیں اور اس آیت پر توجہ دیں ﴿ المنفقون والمنفقات بعضھم من بعض یا مرون بالمنکر و ینھون عن المعروف ﴾

اگر وہ اس وجہ سے رجوع کا کہتے ہیں کہ حدیث پاک میں حلالہ کرنے والے پر لعنت آئی ہے تو خود وہ ارشاد فرمائیں کہ کوئی شخص تین طہروں میں تین طلاقیں دے دے تو اب پہلے خاوند کی طرف لوٹنے کی کیا صورت ہوگی؟ کیا اب حلالہ ضروری نہیں ہوگا؟ کیونکہ بقول ان کے رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ نے تین طہروں میں تین طلاقیں دی تھیں۔ اب لعنت سے بچنے کی کیا صورت ہوگی۔ کیا سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے کی صورت میں حلالہ کرنے والے اور کروانے والے پر اللہ کی لعنت ہے اگر فرمایا ہے تو ثبوت پیش کریں۔

چشم ما روشن دل ما شاد

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر حدیث پاک کے الفاظ تو عام ہیں کیا اہل حدیث حضرات کے اقوال میں اتنی قوت ہے کہ وہ حدیث مبارک کے عموم میں تخصیص کر سکیں۔

ادارہ کی دیگر مطبوعات





























Printed By: M.Saghir Dina 0344-5751600, 0300-9536420

اہل السنہ پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم

Phone: 0321-7641096